رجسٹرڈ نمبر آصفیہ (۱۸۰)

ہفتہ وار

مملکت

ایڈیٹر:۔ میر حسن الدین۔
منیجنگ ایڈیٹر:۔ سید عابد حسین۔

رجسٹرڈ نمبر آصفیہ (۱۸۰)

شرح چندہ
سالانہ ۔۔۔ ۔۔۔ ۔۔۔ ے
شش ماہی ۔۔۔ ۔۔۔ ۔۔۔ عہ

شرح چندہ
سالانہ ۔۔۔ ۔۔۔ ۔۔۔ ے
شش ماہی ۔۔۔ ۔۔۔ ۔۔۔ عہ

قیمت فی پرچہ (۲/)

قیمت پرانا پرچہ (۴/)

جلد (۹) | ۳ر شہریور ۱۳۵۸ف | ۶ر رمضان ۱۳۶۸ھ | ۳ر جولائی ۱۹۴۹ء روز یکشنبہ | نمبر (۱۳)

اطالوی نوآبادیات

اور اُن کا مرکزی مسئلہ

اطالوی نوآبادیات کی آزادی کے معاملہ کا ایک خاص پس منظر ہے اور ہم اُسے یہاں پیش کرتے ہیں دوسری جنگ سے پہلے اطالوی نوآبادیات تین حصوں پر مشتمل تھیں۔

(۱) اطالوی صومالی لینڈ (مشرقی افریقہ (حبش اور کینیا کا ساحلی علاقہ) اس کی آبادی دس لاکھ سے زیادہ ہے اور رقبہ ۲ لاکھ مربع میل۔ باشندے زیادہ تر مسلمان ہیں۔

(۲) اریٹیریا جو مغربی ساحل کے سامنے بحر احمر کے مشرقی کنارے پر واقع ہے اس کی سرحدیں حبش اور سوڈان سے ملتی ہیں۔ اس کی آبادی آٹھ نو لاکھ (مسلمان اور عیسائی) ہیں رقبہ ۴۶ ہزار مربع میل ہے۔

(۳) لیبیا:۔ آبادی دس لاکھ سے کم رقبہ پونے سات لاکھ مربع میل۔

دراصل اطالوی نوآبادیات کا مرکزی مسئلہ لیبیا ہی سے متعلق، لیبیا شیخ سنوسی کا وطن اور ان کے تاریخی جہاد کا مرکز خلافت ہے، انگلستان جس نے ہندوستان اور پاکستان کے چالیس کروڑ انسانوں کی آزادی کو ابھی تسلیم کیا ہے۔ فلسطین کے تیرہ لاکھ اور لیبیا کے نو لاکھ عربوں کی آزادی سے خوف کھاتا ہے۔

لیبیا کے باشندے صرف نو لاکھ ہیں اور وہ متحدہ طور پر آزادی چاہتے ہیں۔ مگر انگریزی سیاست نے اس چھوٹے سے ملک کو بھی تین حصوں میں تقسیم کر رکھا ہے۔

(الف) سارانیکا جو مصر کی سرحد سے ملا ہوا ہے

(ب) طرابلس جو الجیریا کی سرحد سے ملی ہوئی ہے

(ج) فیضان جو طرابلس سے نیچے جنوب میں واقع ہے۔

مسلمان اس تمام علاقہ کو طرابلس کہتے ہیں اور اور موجودہ دنیا کے نقشہ میں اس علاقہ کا نام لیبیا اور ٹریپولی ہے۔ انگریز، امریکہ اور اٹلی کی حکومتیں اس علاقہ کے اتحاد اور آزادی سے کیوں خوف کھاتے ہیں؟

اس سوال کا جواب بہت اہم ہے بحیرۂ روم کے ساحل پر نہر سویز سے لے کر طنجہ تک شمالی افریقہ کا تمام علاقہ پر مسلمانوں اور عربوں سے آباد ہے۔ یہ عرب نئی تہذیب اور سائنس کے بانی ہیں۔ وہ پہلی ایشیائی قوم ہیں جنھوں نے ایشیا سے چل کر افریقہ سے گزر کر اور یورپ پہنچ کر اسپین، اٹلی اور سسلی پر حکومت کی اس علاقہ میں ۳½ کروڑ کے قریب عرب آباد ہیں اور طرابلس اس آبادی کا مرکزی حصہ ہے۔

شمالی افریقہ کے اس حصہ میں داہنی ہاتھ پر پہلا ملک مصر ہے جس کا رقبہ دس لاکھ کیلو میٹر اور آبادی ایک کروڑ ۶۵ لاکھ ۵۲ ہزار ہے۔ مصر کے بڑے شاندار، ترقی پسند اور متمدن ہوتے ہیں اور حکومت کرنے کا خاص سلیقہ رکھتے ہیں۔ مصر کے بعد دوسرا ملک طرابلس ہے۔ طرابلس کے انسان اپنی روحانیت اور حوصلہ کے اعتبار سے بے مثال شخصیت رکھتے ہیں۔ پہلے ان کی آبادی ۱۶ لاکھ تھی، ۷ لاکھ جنگ آزادی میں شہید ہو گئے۔ مگر اطالوی غلامی پر سمجھوتہ کرنے کے لئے تیار نہیں ہوتے۔ یہ آزادی دنیا بھر کو کروٹ دینے کا حوصلہ رکھتے ہیں۔ اور ناقابل شکست سمجھے جاتے ہیں۔ طرابلس کے بعد الجزائر (الجیریا) کا علاقہ ہے جس پر فرانس کا قبضہ ہے اس کا رقبہ ۸ لاکھ ۴۵ ہزار مربع میل ہے اور آبادی ۷۲ لاکھ پچاس ہزار افراد پر مشتمل ہے الجیریا، سپاہیا کے فاتح عرب سپاہیوں کا وطن ہے۔ یہاں کے لوگ بڑے قوم پرور اور بڑے پکے مسلمان ہیں اس علاقہ کا ایک حصہ ٹیونس ہے جس کا رقبہ ۴۸ ہزار مربع میل اور آبادی ۲۶ لاکھ ہے یہاں ایک عرب حکمران فرانس کے ماتحت نوابی کرتا ہے اٹلی بھی اس علاقہ کا دعویدار ہے۔ الجزائر کے بعد مراکو کا علاقہ ہے۔ مجاہد اعظم امیر عبدالکریم کے جہاد آزادی کا وطن! اس کی آبادی بہتر لاکھ اور رقبہ دو لاکھ تیرہ ہزار مربع میل ہے۔

شمالی افریقہ کا علاقہ بحیرۂ روم کے یورپی ساحل کے عین سامنے واقع ہے، یونان، اٹلی، فرانس اور اسپین کے ممالک اس کے بالمقابل ہیں۔ یورپ ایشیا اور افریقہ کے مقابلہ میں ہر اعتبار سے چھوٹا ہے۔ یورپ کے لوگ حالات کے انقلاب سے ڈرتے ہیں۔ اس لئے ان علاقوں کی آزادی، ترقی اور اتحاد کے خلاف ہیں۔ ان کا مستقبل پروگرام یہ ہے کہ ان علاقوں میں مصر سوڈان سے مل کر بڑی طاقت نہ بن سکے طرابلس غلام رہے الجزائر فرانس کے شکنجے میں رہے اور مراکو اسپین کی سنی ہیں۔ (مدینہ بجنور)

ہفتہ وار **مملکت**

۳؍شہریور ۱۳۵۸ف

حیدرآباد کا غذائی مستقبل

خود مکتفی بنانے کی مہم

عام طور پر دیکھا جارہا ہے کہ سیاسی شور و شغب میں اغذیہ کے مسئلہ کو وہ اہمیت نہیں دی جارہی ہے جس کا وہ مستحق ہے۔ ہمارا یہ بھی مشاہدہ ہے کہ بعض سیاسی کارکن اغذیہ کے مسئلہ کو اپنے سیاسی اغراض کے لئے استعمال کرنے کی کوشش کرتے رہے ہیں حالانکہ اس مسئلہ کو سیاسیات سے بالاتر رکھنا چاہئے تھا۔ اغذیہ کی قلت سے ملک کے سارے باشندے بلا امتیاز مذہب و ملت فرقہ و طبقہ متاثر ہوتے ہیں۔ یہ ایک خالص انسانی مسئلہ ہے حیدرآباد اپنی موجودہ صورت میں برقرار رہے یا تحلیل کردیا جائے ہر صورت میں اغذیہ کا مسئلہ وہی اہمیت رکھے گا۔ اس لئے اس مسئلہ پر انسانی نقطۂ نظر سے غور کرنا اور اس کو سیاسیات سے بالاتر رکھنا ضروری ہے۔

دو ہفتے قبل حکومت ہند کے محکمۂ زراعت کے معتمد نے غذائی مسئلہ پر آل انڈیا ریڈیو سے ایک تقریر نشر کرتے ہوئے کہا تھا کہ:-

ہندوستان میں غذائی جو قلت ہے وہ بہت زیادہ نہیں ہے مسلسل تین سال تک بارش کی کمی کی وجہ سے ہمیں اس وقت مجموعی طور پر قلت کا سامنا کرنا پڑ رہا ہے۔ اور وہ علاقے جن میں فاضل اناج پیدا ہوتا تھا تقسیم ملک کی بنا پر ہندوستان سے علحدہ ہوگئے اگر موسم اچھا ہو تو سنہ ۵۱ء تک ہم دس فی صد پیداوار بڑھا کر یہ قلت دور کرسکتے ہیں۔

کہا جاتا ہے کہ ہندوستان میں فی ایکڑ پیداوار کا اوسط گھٹتا جارہا ہے۔ اس بیان میں تھوڑی بہت سچائی ہے۔ بات یہ ہے کہ ملک بہت وسیع ہے اور اس میں ہر قسم کی اراضی ہے۔ ایسی بھی جہاں بہت کافی پیداوار ہوتی ہے اور ایسی بھی جس میں پوری محنت کے باوجود اچھی پیداوار نہیں ہوتی۔ یہ ایک افسوس ناک امر ہے کہ وہ ملک جو کچھ عرصہ قبل خوراک برآمد کرتا تھا اب اسے اپنے لئے دوسرے ملکوں کا محتاج ہونا پڑا۔ غیر ملکی کرنسی کا بہت سا حصہ اس درآمد پر خرچ ہوجاتا ہے۔ بہرحال اس کمی کو پورا کیا جاسکتا ہے۔ ہر ایک صوبہ اور ریاست پیداوار بڑھانے کی تجویز تیار کررہی ہے اور ان تجاویز کو عملی جامہ پہنانے کے لئے کوشاں ہے۔

محکمۂ اطلاعات کے ایک اعلان سے ظاہر ہوتا ہے کہ حیدرآباد کی "زیادہ غلہ اگاؤ" کی مہم کو حکومت ہند کے غذائی پیداوار بڑھانے کے منصوبے کے ساتھ ملا دیا گیا ہے۔ حکومت حیدرآباد ایک سہ سالہ منصوبہ روبہ عمل لانا چاہتی ہے جس کے نتیجے کے طور پر حیدرآباد غذائی حیثیت سے خود مکتفی ہوجائے گا۔ حیدرآباد میں سالانہ ایک لاکھ ٹن غلہ کی جو کمی واقع ہوئی ہے اس منصوبہ کے تحت دور ہوجائے گی۔ محکمۂ زراعت نے متعدد اسکیمیں تیار کی ہیں جن کو روبہ عمل لایا جائے گا۔ ان تجاویز میں ٹریکٹروں کا استعمال خاص اہمیت رکھتا ہے۔

دہلی میں حکومت ہند نے صوبوں اور ریاستوں کے نمائندوں کی ایک کانفرنس طلب کی تھی جس میں حیدرآباد کے نمائندے بھی شریک تھے حیدرآباد کے نمائندوں سے یہ خواہش کی گئی کہ سنہ ۴۹ء تا سنہ ۵۲ء کے لئے غذائی پیداوار میں اضافہ سے متعلق تخمینے پیش کریں اور اس بات کو ملحوظ رکھیں کہ حسب ذیل تدابیر اختیار کرنے سے پیداوار میں کس حد تک اضافہ ہوسکتا ہے:-

(۱) آبپاشی کے چھوٹے کام شروع کرنے سے جن میں باؤلیوں کی کھدائی بھی شامل ہے۔

(۲) بیکار زمینات کو زیر کاشت لانے اور پشتہ بندی سے۔

(۳) کیمیائی کھادوں، مرکب کھادوں، کھلیوں اور کھادوں کے آمیزوں کے استعمال سے۔

(۴) بہتر تخم کے استعمال سے۔

حکومت حیدرآباد نے غذائی پیداوار میں اضافوں کا ایک سالانہ تخمینہ مرتب کرکے حکومت ہند کے پاس روانہ کیا اور ان تجاویز کے پیش ہونے کے بعد تین سالہ منصوبہ منظور ہوا جس کے تحت غذائی پیداوار میں اضافہ کے حسب ذیل حدود مقرر کئے گئے

(۱) سنہ ۴۹ء تا سنہ ۵۰ء ــــ ۲۹۳۰۰ ٹن

(۲) سنہ ۵۰ء تا سنہ ۵۱ء ــــ ۹۸۰۰۰ ٹن

(۳) سنہ ۵۱ء تا سنہ ۵۲ء ــــ ۱۹۸۰۰۰ ٹن

ان اسکیموں کو روبہ عمل لانے کے لئے (۲۶۵۸۱۸۳۰) روپے کے صرفہ کا اندازہ لگایا گیا ہے جس سے (۱۳۸۰۰۰) ٹن غلہ اگایا جائے گا۔ محکمۂ اطلاعات کے اعلان سے یہ بھی ظاہر ہوتا ہے کہ بیکار زمینات کو قابل کاشت بنانے اور قابل کاشت زمینات میں ہل چلانے کے لئے ٹریکٹر استعمال کئے جائیں گے۔ مختلف مقامات پر ٹریکٹروں کی درستی اور مرمت کی خاطر ورکشاپ قائم کئے جائیں گے۔ آبپاشی کے مختلف ذرائع کو درست کرلیا گیا ہے۔

کی بھی توقع کی جاتی ہے کہ اس سہ سالہ منصوبہ کے ختم تک تنگبھدرا پراجکٹ کا پانی بھی استعمال کیا جاسکے گا۔

ہمیں مسرت ہے کہ حکومت نے وقت کے اہم ترین مسئلہ پر توجہ مبذول کی ہے اور ملک کی اولین ضرورت کی تکمیل کی طرف قدم اٹھایا ہے۔ ہماری یہ تمنا ہے کہ یہ مہم کامیاب ہو اور ملک کے باشندوں کو کافی اور سستی غذا میسر آسکے۔ مگر ہم یہاں ایک بات کہے بغیر نہیں رہ سکتے۔ اس مہم کی کامیابی اس امر پر منحصر ہے کہ ملک میں امن وامان قائم رہے اور عوام اور مختلف طبقے حکومت کی مساعی میں ہاتھ بٹائیں۔ جب تک عوام کا پورا تعاون حاصل نہ ہو حکومت صحیح طریقہ پر کام نہیں کرسکتی۔ امن وامان کے نقطہ نظر سے اضلاع کی حالت کا ہم صحیح اندازہ نہیں لگا سکتے۔ اخبارات میں متضاد خبریں شائع ہوتی ہیں جن کی بنا پر قطعیت کے ساتھ کوئی بات نہیں کہی جاسکتی۔ صحیح صورت حال سے صرف مسٹر جیسے صدر ناظم کوتوالی واقف ہوسکتے ہیں۔ بہرحال جہاں ہم اس مہم کی کامیابی کے متمنی ہیں وہاں حکومت سے یہ بھی عرض کرنا چاہتے ہیں کہ وہ اس مہم کو شروع کرنے سے پہلے امن وامان کی طرف متوجہ ہوجائے۔

تخفیف شدہ ملازمین صرفخاص

مشیر دکن کا مشورہ

علاقہ صرفخاص کے انضمام کے بعد جو ملازمین تخفیف میں لائے گئے ہیں اُن کے مشکلات کا اظہار کرتے ہوئے مقامی اخبارات میں عام طور پر اظہار ہمدردی کیا گیا ہے۔

معلوم ہوتا ہے کہ تخفیف شدہ ملازمین کی تعداد ۷۰۰ ہے۔ یہ بات محتاج بیان نہیں ہے کہ موجودہ زمانہ میں جبکہ گرانی کا دور دورہ ہے ایسی بڑی تعداد میں ملازمین کا دفعتاً تخفیف میں لایا جانا جو ملازمین تخفیف شدہ کے علاوہ ان کثیر التعداد لوگوں کو جو ان کے زیر پرورش ہیں تکلیف میں مبتلا کردیتا ہے۔

یہ بات ذہن میں رہنے کے قابل ہے کہ ملازمین صرفخاص کی تنخواہیں پہلے ہی سے بمقابل ملازمین علاقہ دیوانی پست اسکیل کی تھیں۔ جہاں تک ہم کو علم ہے زمانہ گرانی کا الاونس جو انہیں مل رہا تھا وہ بھی ناکافی تھا حتیٰ کہ ملازمین علاقہ دیوانی کا ہے۔ موجودہ حالات ایسے ہیں کہ خود علاقہ دیوانی کے اسکیل اور گرانی میں اضافہ کی ضرورت سمجھی جارہی ہے چنانچہ اس قسم کی تحریکات پیش ہورہی ہیں اور حکومت کے زیر غور بھی ایسے مسائل اس وقت ہیں۔ ایسی صورت میں ملازمین صرفخاص اپنی کم تنخواہوں اور چھوٹے الاونسوں سے بھی یک بیک محروم ہوگئے تو ان کی حالت لازماً نہایت نازک ہوگئی ہوگی۔

ہمارا خیال ہے کہ تخفیف شدہ ملازمین صرفخاص کے حالیہ درخواست کے بعد ان کی حالت کو بہتر بنانے کی جانب ارباب متقتدر کی توجہ مبذول ہوگئی ہوگی۔ حکومت ریاست حیدرآباد کے قدیم روایات اس کے متقاضی ہیں کہ ملازمین تخفیف شدہ کو بیروزگاری سے بچانے کے لئے مناسب تدابیر اختیار کی جائیں۔

اس اصول سے اختلاف کیا نہیں جاسکتا کہ کسی ملازم سرکاری کی خدمت فی الواقع غیر ضروری ہو اُس کو محض اس وجہ سے بحال و برقرار رکھا جائے کہ عوام کی پرورش ہوتی رہے۔ یہ ظاہر ہے کہ ملازمین خدمات کے انجام دہی کے لئے ہوتے ہیں خدمات ملازمین کے لئے ترتیب نہیں دی جاسکتے۔ اگر ایسا کیا جائے تو یہ مصارف بیجا متصور ہوں گے جس کو کوئی مہذب حکومت جائز نہیں رکھ سکتی اگر انتظام سابقہ میں ان ملازمین کو غیر ضروری طور پر مامور رکھا گیا تھا تو آج انضمام صرفخاص کے بعد ان کو تخفیف یا علحدگی سے بچانے کی کوئی تحریک صحیح نہیں ہوسکتی البتہ حکومت کے خدمت میں یہ مشورہ پیش کیا جاسکتا ہے کہ ان تخفیف یافتہ اشخاص کو سررشتہ جات متعلقہ کے خالی شدہ جائدادوں پر مامور کرنے کا انتظام ہو؟

ہم کو یقین ہے کہ تخفیف شدہ ملازموں کے لئے کوئی متبادل تجاویز حکومت کے زیر غور ہوں گے۔ اگر نہیں تو ضرور ہے کہ بعجلت ممکنہ اس مسئلہ کی ملتوی کی جائے زیادہ عرصہ تک ان ملازمین بیروزگار حالت میں رکھنا قرین انصاف نہیں ہے حکومت سرکار عالی کا طبقہ ملازمین بہت وسیع ہے کم تنخواہ یاب ملازمین کی جائدادیں ضرور خالی ہوں گی ایسی حالت میں اس جانب حکومت کی ہمدردانہ توجہ مبذول ہوجائے تو اس مسئلہ کا حل آسان ہوجائے گا۔

سیاسی نمک پارے

ازا

کشاف

بلا تنقید:-

اردو ہندی لیگ کے معتمد عمومی تحریر کرتے ہیں کہ مسٹر سیا ایک مقصد سے دوسرے مقصد کی طرف چھلانگ لگاتے رہے۔ حیدرآباد کی آزادی کا نعرہ لگانے کے بعد یونین میں شرکت اور اس کے بعد حیدرآباد کی تقسیم کا نعرہ لگا رہے ہیں۔ جداگانہ انتخابات کا بھی شور مچایا اور مخلوط انتخابات کا بھی مطالبہ کیا۔ مہاتما گاندھی اور پنڈت نہرو کی مذمت بھی کی اور گاندھی فنڈ میں چندہ بھی دیا۔

مولانا محمد اسماعیل رکن جمعیت العلمائے ہند حیدرآباد آکر اضلاع کا دورہ کر رہے تھے دہلی واپس گئے موصوف حکومت ہند کے اعلیٰ قائدین کو حیدرآباد کے حالات سے واقف کرائیں گے۔ (ایک خبر)

آئے بھی وہ گئے بھی وہ ختم فسانہ ہوگیا!

کانگریسی قائدین مسٹر ڈی۔ ایل پھاٹک اور مسٹر فرید مرزا نے ایک طویل بیان میں بتایا ہے کہ:-

اورنگ آباد کے مواضعات میں ہزاروں کی تعداد میں بیوہ عورتیں اور یتیم بچے آج بھی موت و حیات کی کشمکش میں مبتلا ہیں۔ اب تک کسی عہدہ دار نے مسلمانوں سے یہ نہیں پوچھا کہ ان پر کیا قیامت ڈھائی گئی۔

کانگریس کے ایک دوسرے لیڈر مسٹر باقر علی مرزا کا خیال ہے کہ انقلاب ہیں ایسا ہوتا ہی ہے۔ موصوف سیاسیات میں ربع صدی کا تجربہ رکھتے ہیں۔

روزنامہ "سیوا" تحریر کرتا ہے کہ:-

ملازمین اپنی فرماں برداری اور قناعت کیشی کے لئے مشہور ہیں۔ ماضی کی تمام تر ذمہ داری اس دور کے ارباب بست و کشاد پر عائد ہوتی ہے۔ ملازمین تو اپنا فرض انجام دیتے رہے اور پیٹ پالتے رہے۔

اسی لئے تو اکبر نے کہا تھا:-

رشتہ ء دو گردنم افگندہ پیٹ
می کشد ہر جا کہ میرا ست و پلیٹ

"ماڈرن نیوز" سے ایک بیان میں مولوی ابوالحسن سید علی نے فرمایا:-

میں عصبیتوں کا کبھی قائل نہیں رہا۔ ادارہ کے اصول کا میں ہمیشہ قائل رہا ہوں۔

کاش ایسا ہوتا!!

اسی بیان میں مولوی صاحب نے یہ بھی کہا کہ:-

چور بازاری، رشوت ستانی، اور نفع اندوزی سے متعلق جو خبریں شائع ہو رہی ہیں اگر وہ صحیح ہیں تو......

مولوی صاحب کو ان خبروں کی صحت میں اب بھی شبہ ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ نفع اندوزی کے لئے مولوی صاحب کے قلب میں ایک نرم گوشہ اب بھی موجود ہے۔

آندھرا کانگریس کمیٹی کے معتمد تشہیر ایک بیان میں کہتے ہیں کہ "پیام" نے ایک خبر کی یہ سرخی لگائی تھی کہ "لال قلعہ پر سرخ پرچم لہرانا چاہئے"۔ "پیام" کی مراقی کمیونسٹ پالیسی کے پیش نظر حکومت کی انتہائی فیاضی ہے کہ اس نے اس کو صرف دو ماہ کے لئے بند کیا۔

معتمد صاحب ٹریڈ یونین کانگریس فرماتے ہیں کہ اخبارات کی آزادی پر اس قسم کا حملہ جمہوریت کے منافی ہے۔ "پیام" محنت کش طبقہ کا حامی تھا اور جاگیرداروں اور سرمایہ داروں کا دشمن تھا۔

روزنامہ "سیوا" کے نمائندے سے مدیر "پیام" نے فرمایا کہ "میں دعوے کے ساتھ کہتا ہوں کہ "پیام" کا کسی پارٹی سے تعلق نہیں"۔

مشاورتی کمیٹی صحافت کی رائے ــــــ؟

اخباری اطلاع ہے کہ:-

پریسیڈنسی جیل کلکتہ کے منتظم نے شکایت کی ہے کہ جیل میں بارہ خواتین نے جیل کے نظم و نسق کو ناممکن کر رکھا ہے۔

اس میں تعجب کی کیا بات ہے جبکہ ایک خاتون پورے گھر کا نظم و نسق ناممکن کر سکتی ہے؟-

---

رام منوہر لوہیا کی گرفتاری کے خلاف ایک جلسہ منعقد کیا گیا۔ جلسہ سے پہلے ایک جلوس نکالا گیا جو یہ نعرے لگا رہا تھا۔

رام منوہر لوہیا کو چھوڑ دو۔
شہری آزادی لے کر رہیں گے۔
انقلاب زندہ باد!!

شائد ان جلوسیوں کو یہ خبر نہ تھی کہ رام منوہر لوہیا کو انقلاب کے بعد گرفتار کیا گیا ہے۔

آندھرا کانگریس کمیٹی کے معتمد نے اپنی ایک تقریر میں کہا کہ:-

حیدرآباد کی مجلس دستور ساز حق رائے دہی بالغان کی اساس پر تشکیل دی جارہی ہے جو نظام اور ریاست حیدرآباد کے مستقبل کا فیصلہ کرے گی۔

اور لیڈروں کے مستقبل کا بھی فیصلہ ہو جائے گا۔

جمہوریت نام ہے خوش حالی، انصاف اور ترقی کا، ایسے سازگار ماحول کا جس میں مساوات حاصل رہے۔ (ایک معاصر)

پیتے ہیں لہو دیتے ہیں تعلیم مساوات

صوبہ واریت یا قومیت

ذہنی تبدیلی کی ضرورت

مہاتما گاندھی نے اپنے بعد دو جانشین چھوڑے ایک پنڈت جواہر لال نہرو جن کو سیاسی خلافت ملی اور آچاریہ ونوبا بھاوے جو گاندھی جی مرحوم کے روحانی خلیفہ ہیں۔ اور کس قدر عجیب بات ہے کہ آج یہی دونوں کانگرس کے موجودہ حالات کی طرف سے مطمئن نہیں ہیں۔

آچاریہ ونوبا بھاوے نے سرودیا نمائش کے افتتاح پر گاندھی نگر میں ارشاد فرمایا کہ "اب کانگرس میں مخلصوں کے لئے کوئی جگہ باقی نہیں" اور پنڈت جواہر لال نہرو نے مظفر پور کی پولٹیکل کانفرنس میں کہا کہ "اگر کانگرس نے زمانہ کی رفتار کا ساتھ نہ دیا اور اس نے اپنی اصلاح نہ کی تو نئی سیاسی قوتیں جو اپنے آپ کو کانگرس کے خلاف منظم کر رہی ہیں کانگرس کو الٹ دے سکتی ہیں۔"

آچاریہ جی اور پنڈت نہرو نے جو کچھ کہا ہے ان دونوں کا مفہوم تقریباً ایک ہی ہے صرف الفاظ اور لب و لہجہ کا فرق ہے۔ ایک نے درویش صفت انسان ہونے کی حیثیت سے بالکل صاف صاف سادہ زبان میں کہا اور دوسرے نے بھی وہی کہا لیکن سیاسی زبان میں۔ ظاہر ہے کہ کانگرس کے خلوص اور اس کی ناخدا شناسی و اصلاح کی طرف سے اتنے دو بڑے آدمیوں کا شاکی ہونا غلط نہیں ہو سکتا۔

اس میں شک نہیں حصول آزادی سے قبل تمام افراد کانگرس کی ایک ہی غرض مشترک تھی ایک ہی منزل مقصود تھی اور سب متفقہ عزم و ارادے کے ساتھ ایک ہی مقصود کی طرف بڑھ رہے تھے لیکن جب مدعا حاصل ہو گیا اور منزل تک رسائی ہو گئی تو حصول مدعا کے بعد قدرتاً ایک بکھراؤ پیدا ہو جاتا ہے وہ کانگرس والوں میں بھی پیدا ہو گیا اور یہ بکھراؤ قوموں کی زندگی میں اکثر بڑا خطرناک ثابت ہوا ہے۔ آل عثمان کے زوال کا باعث بکھراؤ تھا جو فتح قسطنطنیہ کے بعد پیدا ہوا، اور روما جیسی عظیم الشان سلطنت کا انحطاط بھی اسی وقت سے شروع ہوا جب انھوں نے سمجھ لیا کہ ہم کو جو کچھ کرنا تھا کر چکے۔

حصول آزادی کے بعد اہل کانگرس نے بھی سمجھ لیا کہ ان کا کام ختم ہو گیا اور اب ان کو اپنی خدمات کا معاوضہ ملنا چاہئے اور اسی طرح وہ جوش و خروش جو پہلے محض حصول آزادی میں صرف ہو رہا تھا اب اس سے ذاتی اغراض میں کام لیا جانے لگا اور اس طرح کانگرس کی اجتماعیت کا شیرازہ درہم برہم ہو چلا۔ اس باب میں سب سے قوی شہادت کانگرس کے پریسیڈنٹ کی ہے جنھوں نے فروری میں صاف صاف ظاہر کر دیا کہ "وزارتیں بننے سے کانگرس کے نظام میں جو اجتماعیت و ہم آہنگی پائی جاتی تھی اس کو سخت صدمہ پہنچا ہے اور وہ لوگ جو کرسی وزارت حاصل نہ کر سکے انھوں نے کانگرس کے مقابلہ میں اپنے اپنے گروپ علیحدہ بنا لئے"۔

اب اس اختلاف کے ان مناظر کو دیکھئے جو مختلف مقامات میں اب سب کے سامنے آئے۔

حیدرآباد میں کانگرس کی جماعت دو گروپ میں بٹ گئی، ایک راما نند تیرتھ کا گروپ، دوسرا جناردن راؤ کا۔ اور ان دونوں کے اختلافات اتنے بڑھے کہ آخرکار سردار پٹیل کو الٹی میٹم دینا پڑا۔

مشرقی پنجاب میں کانگرس کی مختلف جماعتوں کے درمیان جو کشمکش پائی جاتی ہے، وہ اب تک دور نہیں ہوئی اور اس کی تہ میں جو جذبات کام کر رہے ہیں وہ کافی خطرناک ہیں۔

مدراس میں جو پھوٹ پڑی ہوئی ہے اس کا اندازہ فری پریس جرنل کے اس بیان سے ہو سکتا ہے جو اس کی ۳۰ مارچ کی اشاعت میں شائع ہوا ہے۔ وہ لکھتا ہے کہ "جماعتوں کے اختلاف نے جن کی بنیاد ذاتی اغراض حصول اقتدار پر قائم ہے اس صوبہ کی سیاست کو بالکل تباہ کر رکھا ہے"۔ اور سردار پٹیل کا مدراس جانا اسی اختلاف کے دور کرنے کے سلسلہ میں تھا۔

بھوپال میں جو مہینوں تک ہنگامہ دار و گیر بپا رہا وہ بھی کانگرس کی دو جماعتوں کے اختلاف کا نتیجہ تھا بھوپال کانگرس کچھ چاہتی تھی اور مدھیہ بھارت کانگرس کا مطالبہ کچھ اور تھا۔ آخرکار شری منین کو خود وہاں جانا پڑا اور کسی نہ کسی طرح اس ہنگامہ کو دبا دیا گیا۔

الغرض کانگرس کی جماعتی وحدت و ہم آہنگی اس وقت بہت کمزور ہے اور قومی و ملکی مفاد کی جگہ ذاتی جاہ و اقتدار نے لے لی ہے۔

اس سے انکار ممکن نہیں کہ مہاتما گاندھی جی کے آہنی عزم و ارادہ نے کانگرس کو کامیاب بنایا اور کانگرس کی کامیابی مہاتما گاندھی کا انتہائی نصب العین تھا لیکن افسوس ہے کہ ٹھیک اس وقت جبکہ ملک نشۂ کامیابی سے سرشار ہو رہا تھا، مہاتما گاندھی کا وجود باقی نہ رہا۔

اس میں شک نہیں کہ صدیوں کی پڑی ہوئی زنجیر غلامی کا کٹنا، سالہا سال تک قید و بند کی تکلیفیں اٹھانے کے بعد دفعتاً آزاد فضا میں سانس لینے کا موقع حاصل حاصل ہونا اور عرصہ تک بندگی و محکومیت کی زندگی بسر کرنے کے بعد یکایک تسلط و اقتدار کا ہاتھ آ جانا ایسی معمولی باتیں نہیں کہ لوگ اپنے دماغی توازن کو قائم رکھ سکیں اور اسی لئے تاریخ عالم میں یہی گھڑیاں بہت زیادہ اہمیت رکھتی ہیں، جب قومیں آزادی کی منزل میں داخل ہوتی ہیں اور اسی وقت رہبر و مصلح کی بہت زیادہ ضرورت ہوتی ہے۔ لیکن افسوس ہے کہ وہ رہبر و مصلح آج ہم میں موجود نہیں۔

اب اب کانگرس کو سمجھنا چاہئے کہ پچھلی پچاس سال کی جد و جہد کا مقصود صرف حصول آزادی نہ تھا، بلکہ اس آزادی کو قائم رکھنا اور اپنے آپ کو اس آزادی کا اہل بنانا بھی تھا اور افسوس ہے کہ اس امتحان میں وہ ابھی تک کامیاب نہیں ہوئے۔ پچھلی جنگ کے بعد سے دنیا ایک ایسے سخت بحران میں مبتلا ہے کہ اس کے رد عمل سے دنیا کا کوئی ملک محفوظ نہیں رہ سکتا اس لئے اگر ہم یہ سمجھ لیں کہ آئندہ ہمارے لئے وہ نیوٹرل تو رہ نہیں سکتا اور اس کو ابھی سے وہ تیاریاں کرنا ہیں، جو اینگلو امریکن بلاک کا جزو ہونے کی حیثیت سے اسے کرنا چاہیے۔

ہندوستان میں اس وقت کانگرس کے علاوہ دو جماعتیں اور ہیں سوشلسٹ اور کمیونسٹ اور اگر آئندہ کسی وقت یہ دونوں ایک ہو گئیں تو کانگرس کو ایک نہایت زبردست قوت سے مقابلہ کرنا ہوگا اور یہی وہ اندیشہ ہے جسکو پنڈت جواہر لال نہرو نے اپنی تقریر میں ظاہر کیا۔

اس کی صرف ایک ہی تدبیر ہے جو پنڈت نہرو نے بتائی ہے یعنی یہ کہ اہل کانگرس اپنی اصلاح اور زمانہ کا ساتھ دیں۔ اصلاح سے مقصود وہی خلوص و صداقت ہے جس کی طرف آچاریہ جی نے اشارہ کیا ہے اور زمانہ کا ساتھ دینے سے مراد غالباً یہ ہے کہ کانگرس اپنی پالیسی میں کوئی ایسی تبدیلی پیدا کرے کہ دوسری قوتیں اس کے خلاف پروپگنڈا کرنے میں کامیاب نہ ہو سکیں۔

یہ تبدیلی کیا ہو سکتی ہے اس کی وضاحت پنڈت نہرو نے نہیں کی اور ہو سکتا ہے کہ وہ اس باب میں اپنی کوئی خاص اسکیم رکھتے ہوں، لیکن ہم سمجھتے ہیں کہ کانگرس کی پالیسی میں کوئی تبدیلی اس وقت تک کامیاب نہیں ہو سکتی جب تک وہ انٹرین یونین کے اندر بسنے والے ساڑھے چار کروڑ مسلمانوں کی طرف سے بدگمانی و بدظنی ترک کرکے واقعی خلوص کے ساتھ ان کے جذبات

(باقی ...)

قومی زبان کا مسئلہ

ڈاکٹر راجندر پرشاد کی تقریر

مجلس دستور ساز کے صدر ڈاکٹر راجندر پرشاد نے اردو ہندی کے قضیہ سے متعلق اپنے اس خیال کا پھر اعادہ کیا کہ دونوں میں صرف نام کا فرق ہے۔ اردو اور ہندی میں صرف و نحو کا بھی برائے نام ہی فرق ہے۔ اصل اختلاف ہندی میں سنسکرت کے زیادہ الفاظ اور اردو میں فارسی کے زیادہ الفاظ کے استعمال سے پیدا ہو رہا ہے۔ ہندوستانی ایک درمیانی راستہ اختیار کرتی ہے۔ نہ زیادہ سنسکرت الفاظ ہوں نہ فارسی و عربی کے موٹے موٹے الفاظ کی اس میں کثرت ہو۔ بلکہ وہ ایسے الفاظ کے استعمال کو ترجیح دیتی ہے جو عام فہم اور مروج ہوں یا بالفاظ دیگر ہندوستانی دراصل آسان اردو یا آسان ہندی ہے جس کا انحصار لکھنے والے کے قلم پر ہے۔

جب ہم فنی اصطلاحات پر آتے ہیں تو ہمیں یہ سوچنا ہوگا کہ ان اصطلاحات کا ماخذ و مخرج کیا ہے اور یہ فنی اصطلاحات کیسے ڈھالی جائیں۔ ایک قومی زبان کے لئے۔ اور قومی زبان سے میرا مطلب ایک ایسی زبان سے ہے جسے قوم کے زیادہ سے زیادہ بول اور سمجھ سکیں۔ ہمیں فطری طور پر ایسی اصطلاحات کا انتخاب کرنا ہوگا جو سب کے لئے مشترک ہوں یا پھر صوبہ واری زبانوں سے قریب ہوں اس طرح ان اصطلاحات کو سنسکرت ہی سے ڈھالنا ہوگا۔ البتہ اگر زبان میں ایسے الفاظ پہلے ہی سے موجود ہوں تو پھر ان کے ماخذ کی وجہ سے انھیں مسترد کر دینا مناسب نہیں۔

جب اس نقطۂ نظر سے زبان کے مسئلہ پر غور کیا جائے تو میں اس نتیجہ پر پہنچا ہوں کہ ان مختلف گروہوں میں کوئی زیادہ فرق باقی نہیں رہتا۔ جو زبان کے مختلف طرز و نوعیت کی وکالت کرتے ہیں۔ خواہ ہم اسے کسی نام سے کیوں نہ پکاریں۔

مسودہ دستور کے ترجمہ کی نسبت جب آپ سے استفسار کیا گیا تو راجن بابو نے کہا کہ ابتدائی منازل میں آپ نے دو کمیٹیوں کا تقرر کیا تھا تاکہ ایک دستور ہندی میں مرتب کی جائے اور دوسرے کا اردو میں ترجمہ ہو انھوں نے دونوں ترجمے تیار کر لئے۔ ایک اور جماعت نے ایک تیسرا ترجمہ ہندوستانی میں کیا اور اراکین اسمبلی میں تینوں ترجموں کی نقول تقسیم کروائی گئیں۔ ایک چوتھا ترجمہ ہندی ساہتیہ سمیلن کے سابق صدر شری راہول سنکرتائن نے بھیجا۔

اسمبلی کی میقات خزاں کے دوران میں جب ڈاکٹر راجندر پرشاد بیماری کی وجہ سے دلی سے باہر تھے تو اسٹیئرنگ کمیٹی نے ایک قرارداد منظور کی جس کی رو سے ان سے یہ مطالبہ کیا گیا کہ ایک ماہرین کی کمیٹی کا تقرر کیا جائے جو ایسا ترجمہ کرے جو صحیح اور ساتھ ہی عوام کے لئے عام فہم بھی۔

ایک قانونی دستاویز کے ترجمہ میں اس کا خیال رکھنا ضروری تھا کہ اصطلاحات کا مفہوم بالکل وہی ہو اور ساتھ ہی یہ کہ ان سے مختلف مقاصد کے لئے الفاظ وضع کئے جا سکیں تھے اسی بنا پر ترجمہ کی زبان کچھ ایسی ہی ہوگی اور پہلی خواندگی میں یہ عام فہم اور سلیس نہیں تھی بالخصوص اس سلسلہ میں کہ بہت زیادہ فنی اصطلاحات اس میں آگئیں اور ان کے لئے متوازی نئے اصطلاحات ابھی وضع نہیں کئے گئے تھے۔

اس طرح ترجمہ محض چوں چوں کا مربہ بن گیا ترجمہ کی دقتوں کی وضاحت کرتے ہوئے راجن بابو نے کہا کہ مترجمین کو ایسی بہت سی دستوری اور حکومتی اصطلاحوں کا ترجمہ کرنا پڑا جن کے ایسے متوازی الفاظ معلوم نہیں کئے جا سکے جو ان کے مفہوم ادا کر سکیں۔ یا جن سے انگریزی اصطلاح کا صحیح مفہوم ادا ہو سکتا تھا۔ اس نقص کی وجہ سے بعض اراکین نے اس ترجمہ کو غیر تشفی بخش قرار دیا تھا۔ اس کے برخلاف زبان کو جب سلیس کرنے کی کوشش کی گئی تو ترجمہ کی صحت مشکل ہو گئی۔ بالخصوص اس لئے بھی کہ اب دستور میں بیشتر انگریزی الفاظ کے علاوہ دیگر ممالک کے دساتیر اور قوانین اور بین قومی قانون سے اصطلاحات بھی لی گئی تھیں۔ اس سے معلوم ہوگا کہ صحت اور سلامت کو ایک جگہ جمع کرنا خود انگریزی زبان میں بھی آسان نہیں اور ہندوستان کے لئے تو یقیناً اور بھی مشکل ہو گیا تھا۔

ماہرین کی کمیٹی ایک ماہر لسانیات، ایک مورخ، ایک اسکالر صوبہ واری اسمبلی کے خطیب اور ایک ایسا جنوبی ہند کا نمائندہ کیا گیا جو ہندی اور ہندوستانی میں بھی ماہر تھا اور جو جنوبی ہند کی بہت سی زبانوں پر عبور رکھتا تھا۔ آپ نے کہا کہ جامعہ ملیہ کے ایک پروفیسر کو بھی کمیٹی میں رکھا گیا تھا لیکن بدقسمتی سے کمیٹی میں اختلاف کی وجہ سے مستعفی ہو گئے۔ راجن بابو نے توقع ظاہر کی کہ ماہرین کی کمیٹی ایسا ترجمہ کرے گی جو سب کے لئے عام فہم ہو اور اراکین اسمبلی کے لئے قابل قبول ہو۔ لیکن قطعی طور پر یہ کہنا قبل از وقت ہوگا۔

کمیٹی کے معتمد ایک لسانیات کے پروفیسر ہیں اور ان کا تعلق آغاز ہی سے وہ ہندی ترجمہ سے متعلق رہے ہیں۔ ساتھ ہی اس میں ہندی ساہتیہ سمیلن کے ایک سابق صدر بھی ہیں جن کی لیاقت اور آسان طرز ادا ان وضاحت اور قانونی اصطلاحات کے ترجمہ میں ممدو معاون ثابت ہوں۔

ڈاکٹر صاحب نے کہا اب سے بڑی دقت آپ کے لئے یہ بھی ہے کہ اسمبلی نے تاحال یہ فیصلہ نہیں کیا ہے کہ ہندوستان کی وہ قومی زبان کونسی ہونی چاہئے جو انگریزی کی جگہ لے سکے۔

ایک مرتبہ یہ فیصلہ ہو جائے تو پھر یہ کام اس زبان کے ماہرین کے سپرد کیا جا سکتا ہے۔ اب تو آپ ایک ایسے ترجمہ کے لئے کوشاں ہیں جو اسمبلی کی اکثریت اور عوام کی اکثریت دونوں کے لئے قابل قبول ہو۔

صوبہ واریت یا قومیت

(بقیہ سلسلہ صفحہ ۵)

کا لحاظ رکھے۔

حکومت ہند نے اپنی پالیسی متعین کر دی ہے اور وہ اپنے آپ کو غیر مذہبی جمہوریت کہتی ہے لیکن دنیا میں کوئی حکومت اس وقت تک غیر مذہبی نہیں کہلائی جا سکتی، جب تک وہ خود کسی مخصوص مذہب و رسوم مذہب کی پابند ہے یا اس کی حمایت و طرفداری کرتی ہے۔

اس میں شک نہیں کہ حکومت کی پالیسی، ارکان حکومت اور عمال یہ تینوں علحدہ علحدہ چیزیں ہیں۔ اس لئے اگر حکومت کوئی پالیسی مقرر کرے اور ارکان حکومت یا عمال دل سے اس کے متفق نہ ہوں تو یقیناً حکومت اپنی پالیسی پر کامیابی سے نہ چل سکے گی اور اس وقت انڈین ڈومینین میں یہی صورت پیدا ہے۔

حکومت نے اپنی پالیسی تو متعین کر دی کہ وہ غیر مذہبی جمہوریت ہوگی، لیکن افسوس ہے کہ تمام ارکان حکومت بہ لحاظ جذبات اس پالیسی سے متفق نہیں ہیں اور عمال میں سے شاید ہی کوئی صدی بھی ایسے نہ ہوں گے جو یہ نہ سمجھے ہوں کہ ہندوستان کی حکومت ہے جو مخصوص روایات و رسوم کی پابندی کے ساتھ ہی ہند و کہے جا سکتے ہیں۔

ہم سمجھتے ہیں کہ یہاں کے ہندوؤں میں جو یہ ذہنیت پیدا ہوئی ہے اس کی بڑی ذمہ داری تقسیم ہند یا قیام پاکستان اور پچھلے فسادات پر عائد ہوتی ہے جس میں کشمیر اور حیدرآباد کے مسائل نے زیادہ شدت پیدا کر دی اور اس ذہنیت کا دفعتاً دور ہونا آسان نہیں لیکن انڈین ڈومینین چاہے لیتے وا ... پاکستان کے حق میں ... بھی یہاں کی حکومت یا عمال ... پاکستانی ذہنیت ... باقی صفحہ ...

موجودہ کابینہ کو تحلیل کر دیا جائے!

جے پرکاش نارائن کی تقریر

سوشلسٹ لیڈر مسٹر جے پرکاش نارائن نے یوم لوہیا کے سلسلہ میں منعقدہ ایک جلسہ عام کو مخاطب کرتے ہوئے کانگریس کو متنبہ کیا کہ اگر عوام کے جذبات کو اسی طرح مجروح کیا جاتا رہے تو وہ صرف خانہ جنگی پیدا کرنے ہی میں کامیاب ہو سکتی ہے اور بالآخر ہندوستان میں وہی ہوگا جو چین، برما، اور دوسرے مشرقی ایشیائی ممالک میں ہوا ہے۔ جہاں کمیونسٹوں نے خانہ جنگی اور بدامنی پیدا کر کے اقتدار حاصل کر لیا ہے۔

آگے چل کر موصوف نے کہا کہ آزاد باشندوں کا یہ پیدائشی حق ہے کہ وہ جلوس نکالے اور جلسہ منعقد کریں یہ عوام کے بنیادی حقوق ہیں۔ اور ان حقوق پر کسی قسم کی پابندی عائد نہیں کی جا سکتی۔ اس میں شک نہیں کہ جنگ جیسی ہنگامی صورت حال کے پیدا ہونے سے ان حقوق پر کچھ حد تک پابندی لگائی جا سکتی لیکن پھر بھی عوام کو پوری طرح ان بنیادی حقوق سے محروم نہیں کیا جا سکتا۔

سلسلہ تقریر جاری رکھتے ہوئے کہا کہ ایک شہری ہونے کے اپنے جلوس نکالنے کے حق کو استعمال کرنے کی وجہ سے ڈاکٹر لوہیا اور ان کے دیگر ساتھی کو گرفتار کیا گیا۔ اور انھیں سزائیں دی گئیں۔ میرے دوستوں نے والی نیپال کے مطلق العنان کے خلاف احتجاج کرتے ہوئے ایک پر امن جلوس نکالنے کی کوشش کی تھی لیکن افسوس ہے کہ حکومت پر امن جلوس نکالنے کے حق کو بھی تسلیم نہیں کرتی ہے اور انھیں جیل میں بند کرتی ہے۔

مسٹر جے پرکاش نارائن نے پنڈت جی کا ذکر کرتے ہوئے کہا کہ اختلافات رائے ہونے کے باوجود بھی انھیں پنڈت نہرو کی قیادت پر پورا بھروسہ تھا۔ لیکن حالیہ واقعات نے اس اعتماد کو زبردست ٹھیس پہنچائی ہے کیونکہ برطانوی سامراجی دور میں بھی عوام کو جو شہری آزادیاں اور بنیادی حقوق حاصل تھے افسوس ہے کہ پنڈت جی کے عہد حکومت میں عوام ان سے بھی محروم کر دیئے گئے ہیں۔

ایک وقت تھا کہ پنڈت نہرو کو جمہوریت کے اصولوں کا حامی سمجھا جاتا تھا۔ لیکن اب انھوں نے کانگریسی فسطائیت کے ساتھ ہو کر تمام توقعات کا خون کر دیا ہے۔

نیپال میں جاری ظلم و استبداد کی دردناک کہانی سناتے ہوئے مسٹر نارائن نے کہا کہ نیپال میں آج بھی اسی مطلق العنانیت کا دور دورہ ہے۔

کھٹمنڈو میں شام کے ۸ بجے سے کرفیو نافذ کیا گیا ہے جس کی وجہ سے عوام سخت مشکلات سے دوچار ہیں۔ اور نیپال کے مظلوم عوام کی ہمدردی کے طور پر ڈاکٹر رام منوہر لوہیا ایک جلسہ عام منعقد کرنا چاہتے تھے۔ تاکہ نیپالی فسطائیت کو منظر عام پر پیش کیا جا سکے اور ختم جلسہ دہلی کی شاہراہوں سے ایک جلوس بھی نکالنا چاہتے تھے۔

کیونکہ ہمارا ایقان ہے کہ امن کی طرح آزادی بھی ناقابل تقسیم ہے اور یہ ہرگز نہیں ہو سکتا کہ نصف دنیا کے عوام آزاد رہیں۔ اور بقیہ نصف دنیا کے لوگ ظلم و استبداد اور نا انصافیوں کا شکار رہیں۔

آگے چلکر موصوف نے کہا کہ روز افزوں دنیا کے ممالک ایک دوسرے کے قریب ہوتے جا رہے ہیں۔ گذشتہ تین سال سے کانگریسی حکومت ہندوستان میں برسر اقتدار ہے افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ اس عرصہ میں کانگریسی حکومت نے مشکل ہی عوام کی دشواریوں اور مصیبتوں کو دور کرنے میں کامیابی حاصل کی ہے۔

عوام کی موجودہ زبوں حالی اور بے چینی اسی وقت ہی دور ہو سکتی ہے جبکہ موجودہ حکومت کو تحلیل کر دیا جائے۔ اور دہلی کی کابینہ میں ایسے لوگوں کو شریک کیا جائے جنھیں عوام کا اعتماد حاصل ہو اور صحیح معنوں میں عوام کے نمائندہ ہوں۔

اراکان کے مسلمانوں کا مطالبہ

آپ کو یاد ہوگا کہ تقسیم ہند سے کچھ دن پہلے اراکان (شمالی برما) کے مسلمانوں نے قائد اعظم سے درخواست کی تھی کہ ان کی اکثریت کی آبادی کے خطہ کو مجوزہ پاکستانی تجویز کے مطالبے میں شامل کر لیا جائے اور برطانوی مشن کے سامنے ان کے مسئلہ کو پیش کیا جائے۔ مگر انھوں نے یہ کہہ کر انکار کر دیا تھا کہ برما چونکہ ایک علحدہ شدہ ملک ہے اور اراکان کے مسلمانوں کا معاملہ اس سے متعلق ہے لہذا وہ ان کی خواہش پوری کرنے سے قاصر ہیں۔ کیونکہ ایسا کرنا ایک غیر متعلق ملک کے اندرونی معاملے میں مداخلت سمجھی جائے گی۔

اس یاددہانی سے یہ مراد ہے کہ اراکان کے مسلمانوں کا یہ مطالبہ نیا نہیں کہ برمی حکومت انھیں حق خود ارادیت کی رو سے اپنی حکومت قائم کرنے دے اور انھیں یہ حق بھی حاصل ہو کہ اگر چاہیں تو آزاد رہیں یا برما سے الحاق کریں یا اپنے پڑوسی غالب مسلم اکثریت کے اضلاع سے ملحق ہو جائیں۔ لیکن آج ان کا یہ مطالبہ نیا سمجھا جا رہا ہے۔

برما کو آزادی ملنے کے ساتھ کیرن قبیلے نے بغاوت کر دی۔ اراکان کے مسلمانوں نے بغاوت تو نہیں کی البتہ حکومت برما کے سامنے اپنی آبادی کے علاقہ کی علحدگی کا مطالبہ کر دیا۔ حکومت برما نے سخت غلطی کی کہ ایک واجبی مطالبہ پر غور و فکر کر کے موزوں فیصلہ کرنے کے بجائے اسے بھی بغاوت قرار دیدیا اور فوجی کارروائی جاری کر دی جس کو کئی مہینے ہو چکے ہیں۔

حکومت برما کو اب دوہری مشکل کا سامنا ہے۔ ایک طرف کیرن باغیوں کی سرگرمیاں دوسری جانب اراکان کے باغی قرار دئے ہوئے مسلمانوں سے مقابلہ۔ حالانکہ اگر وہ اراکانی مسلمانوں کا مطالبہ مان لیتی تو اسے کیرن کمیونسٹوں پر قابو پانے میں آسانی بہم پہنچتی۔

اراکان کے مسلمانوں کا مطالبہ خود مختاری ہر نوعیت سے قابل پذیرائی ہے۔ (باقی صفحہ ۸)

اراکان کے مسلمانوں کا مطالبہ

(بقیہ سلسلہ صفحہ ۷)

علاقہ اراکان شمالی بحائین کرہ اراکان اپوما اور سمندر کی درمیانی زمین پر واقع ہے اس علاقہ کی آبادی ہیں ہیں۔ یہ علاقہ ہمیشہ آزاد ہی رہا عہد مغلیہ میں بھی یہ علاقہ ایک عرصہ دراز تک آزاد رہا پھر اس کی حیثیت نیم باجگذار ریاست کی ہو گئی۔ تاریخ کے ایک دور میں البتہ یہ قلیل عرصہ کے لئے حکومت برما نے سیاسی مصلحتوں کی بنا پر اپنے زیر اثر کر لیا تھا۔ فتح برما کے بعد بھی انگریزوں نے اس علاقہ سے کوئی تعرض نہیں کیا۔ لیکن جب حکومت برطانیہ کی استعماریت نے زور کیا کہ سلطنت متحدہ ہندو برما قائم کی جائے تو برطانی فوج نے علاقہ اراکان کو بھی تسخیر کر لیا۔

مسلمانان اراکان باعتبار طرز معاشرت و زبان برما کے اصلی باشندوں کیرن و کاچین قوموں سے بالکل مختلف ہیں۔ وہ برمی قوم کے جزو نہیں کہے جا سکتے۔ ایسی حالت میں انھیں حق خود ارادیت سے محروم کرنے کے لئے باغی قرار دینا اور کچل دینا انصاف نہیں ہے۔

اس بغاوت کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ مشرقی پاکستان کے اشارہ پر وجود میں آئی ہے یہ الزام اراکانی مسلمانوں سے دنیائے اسلام کی ہمدردی کم کرنے کے لئے تراشا گیا ہے۔ حالانکہ عرض کیا جا چکا کہ ان کا یہ مطالبہ اس وقت کا ہے جب کہ پاکستان کا مسئلہ زیر بحث تھا۔

آج کل مسلمانوں کی قیادت عجیب و غریب ڈھرے پر چل رہی ہے یعنی دنیا کے مختلف حصوں میں مسلمانوں پر سختی و تعدی کی جاتی ہے اور اس کے خلاف مسلم قائدین زبان نہیں کھولتے۔ حکومتیں کہہ دیتی ہیں کہ یہ ان کا اندرونی معاملہ ہے اور مسلم لیڈروں کے زبان پر تالے پڑ جاتے ہیں۔ مانا یہ لوگ عملی طور پر کچھ کر سکتے۔ مگر اتنا تو کر سکتے ہیں کہ مسلمانوں کے جائز مطالبوں کی تائید میں دو کلمے خیر کے کہہ دیں اور ظلم و عدوان کی مذمت کریں۔ (ہماری آواز)

اشتہار مرتبہ عدالت فوجداری منصفی تعلقہ محبوب نگر۔ واقع ۲۴ امرداد ۱۳۵۸؁ ف

نمبر مقدمہ ۲۳۱؁ ۱۳۵۸؁ ف باجلاس صاحبزادہ مولوی میر وزیر علی خان صاحب بی۔اے۔ال۔ال۔بی ناظم عدالت صوبہ ضلع تعلقہ محبوب نگر۔ سرکار عالی پولیس تاڑ کنڈہ ذریعہ محمد برہان الدین مرعی لعل بنام شیو رام راؤ۔ ملزم غائب۔ علت۔ انسداد بغض

اس حسب دفعہ ۱۴۰ ضابطہ فوجداری سرکار عالی۔ ہرگاہ مسمی شیو رام راؤ ولد نرسنگ راؤ قوم برہمن پیشہ زراعت ساکن الورجاگیر تعلقہ محبوب نگر پر الزام ارتکاب جرم صدر کا لگایا گیا ہے۔ اور از روئے کیفیت تعمیل حکمنامہ گرفتاری کے جو اس کی گرفتاری کے واسطے جاری ہوا تھا معلوم ہوا کہ مسمی شیو رام راؤ مذکور دستیاب نہیں ہو سکتا۔ اور ہرگاہ حسب اطمینان عدالت ثابت ہوا ہے کہ مسمی شیو رام راؤ مذکور فرار ہو گیا ہے یا حکمنامہ گرفتاری کی تعمیل سے گریز کرنے کے لئے اپنے تئیں روپوش کرتا ہے۔ لہذا اس اشتہار کی رو سے حکم دیا جاتا ہے کہ مسمی شیو رام راؤ ساکن الورجاگیر کو لازم ہے کہ اندرون میعاد (۳۰) روز کے اندر تاریخ امروزہ سے مقام عدالت منصفی تعلقہ محبوب نگر میں ہمارے روبرو الزام مذکور کی جواب دہی کے لئے حاضر ہو۔ فقط

شرعد تخط | شرعد تخط
منتظم صاحب عدالت | ناظم عدالت صوبہ ضلع محبوب نگر

اشتہار حاضری مرافعہ علیہ مرتبہ عدالت دیوانی ضلع بیڑ واقع ۲۳ امرداد ۱۳۵۸؁ ف نمبر مقدمہ ۴۰؁ ۱۳۵۸؁ ف باجلاس پنڈت عرب گنپت راؤ صاحب ناظم ضلع بیڑ۔ بھاؤ رام بنام ہیرا لعل۔ بنام ہیرا لعل ولد گنپتی رام قوم مارواڑی عمر ۵۰ سالہ پیشہ بیوپار و زراعت ساکن موضع پہاڑی پارگاؤں تعلقہ منجلے گاؤں حال مقیم گنگولکا سیل گاؤں تعلقہ بیڑ قضلع اورنگ آباد ہرگاہ بنا راضی تجویز عدالت منصفی تعلقہ منجلے گاؤں مورخہ ۲ خورداد ۱۳۵۷؁ ف مشمول مثل ۴۹؁ ۱۳۵۷؁ ف مسمی بھاؤ رام نے عدالت ہذا میں مرافعہ دائر کیا ہے تمہارے نام متعدد مرتبہ سمن اجرا کئے گئے لیکن بوجہ عدم سکونت تمہارے پر تعمیل نہ ہو سکی لہذا ذریعہ ہذا اشتہار تم کو اطلاع دیجاتی ہے کہ مقدمہ ہذا کی پیشی ۱۳۵۸؁ ف مقرر ہوئی ہے پس تاریخ مقررہ پر تم اصالتاً یا وکالتاً حاضر عدالت ہذا ہو کر مرافعہ کی پیروی کرو بصورت غیر حاضری حسب ضابطہ کارروائی عمل میں آئے گی اور پھر کوئی عذر مسموع نہ ہوگا۔

شرعد تخط صیغہ دار صاحب عدالت۔ شرعد تخط منتظم صاحب عدالت

اعلان:۔ ذریعہ ہذا عوام کو مطلع کیا جاتا ہے کہ حسب ذیل نرخ پر کسی ایک قسم کا باریک چاول راتب کارڈ ذریعہ (۲) چھٹانک یومیہ فی ہفتہ کی حد تک ہر بالغ شخص کو دکانات راتب بندی سے اجرا ہوگا۔ یہ پانچویں گروپ پر مشتمل ہوگا۔ جس کا نفاذ عارضی طور پر (۲۶) ویں ہفتہ کے آغاز سے بتاریخ ۲۴ امرداد ۱۳۵۸؁ ف روبہ عمل ہوتا یا جب تک ذخیرہ موجود رہے گا۔

۱۔ بسنت چاول ایک روپیہ پانچ آنہ فی سیر۔ ۲۔ سیلا بستی ایک روپیہ پانچ آنے ۳ پائی فی سیر۔
۳۔ بنگلی چاول ایک روپیہ فی سیر۔ ۴۔ پرل چاول ایک روپیہ فی سیر
۵۔ امرتسر چاول ایک روپیہ پانچ آنہ چار پائی فی سیر ۶۔ چھوڑی چاول ایک روپیہ فی سیر

(منجانب ناظم صاحب راتب بندی)

صوبہ واریت یا قومیت

(بقیہ سلسلہ صفحہ ۲)

سے کام لینا چاہیں گے تو یہ ایک ایسے نازوا اور بدنما انتقام کی صورت ہوگی جس پر دنیا کی کوئی شائستہ و مہذب قوم فخر نہیں کر سکتی۔ (نگار)